جناب غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ کراچی

تجدد زدہ طبقہ سے خطاب

اسلام اور ملّاازم

ہندومت میں مذہبی قیادت برہمن کے سوا کسی کا حق نہیں، پرماتما ہی برہمن خاندان میں کسی کو جنم دے کر یہ کرم فرمائے تو فرمائے ورنہ کسی غیر برہمن کا اپنے زورِ علم یا ایثار و قربانی کے ذریعہ اس مقام مقدس پر پہنچنا ناممکن ہے۔ اسی طرح خواہ اصل انجیل کی تعلیم کچھ ہی رہی ہو لیکن بعد کی عیسائیت میں تو پاپائیت ایک خاندان میں گھر کر رہ گئی ہے۔ اب مجال ہے جو کوئی غیر اس مسندِ رفیع پہ قدم رکھ سکے۔ لیکن اسلام میں آج بھی دیکھ لیجئے کہ دینی قیادت نہ کسی خاندان میں محصور ہے نہ کسی نسل تک محدود، اسلامی قیادت و سرداری کا مدار نہ رنگ و نسل پر ہے نہ قوم و ملک پر۔ اس کی تعلیم عام ہے، اس کا معیار چند صفاتِ عالیہ ہیں۔ جو شخص بھی ان سے متصف ہو جائے، وہی معظم ہے، محترم ہے، مقتدا ہے۔ باقی نسلی، قومی، اور لسانی فروق تو صرف جان پہچان کے لیے ہیں۔ انسانی رفعت کے لئے نہیں۔

یَآیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات ع ۲)

اے انسانو! تم سب کو ہم نے ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تم کو قبیلہ قبیلہ اور خاندان خاندان صرف اس لئے بنایا ہے۔ تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، ہمارے نزدیک سب سے اکرم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

یعنی جو سب سے زیادہ حقوق اللہ میں لرزاں اور حقوق عباد میں ترساں ہے وہی نائب الٰہی کی حیثیت سے سب کا امیر اور سب پر حکمران ہے، اب اگر وہ عجمی ہے تو عربی کو اس کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنی ہوگی اور اگر وہ غلام زادہ ہے تو ایک سید زادہ کو بھی اس کے جھنڈے تلے آنا ہوگا کوئی غیر اختیاری امر یہاں باعثِ فضیلت نہیں۔ سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اعلان ہے:

لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ — نہ عرب کو عجم پر فضیلت ہے اور نہ عجم کو عرب پر

عَلیٰ عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلیٰ عَرَبِیٍّ لَا فَضْلَ لِاَحْمَرَ عَلیٰ اَسْوَدٍ نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر۔
وَلَا لِاَسْوَدَ عَلیٰ اَحْمَرَ

کیوں ___؟ اس لئے کہ :

کُلُّکُمْ اَبْنَاءُ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ تم سب آدم زاد ہو اور آدم خاک زاد۔

اسلام کا نبی خاتم (صلی اللہ علیہ وسلم) سارے عالم کے لئے قیام قیامت تک کیلئے "بشیر" بھی ہے اور "نذیر" بھی۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ اور ہم نے نہیں بھیجا تم کو (اے محمدؐ) مگر تمام انسانوں

بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ہوشیار کرنیوالا۔

پھر یہ نہیں کہ اپنے کنبہ کے لئے تو "بشیر" اور غیروں کے لئے "نذیر" نہیں ہو بات اوروں کیلئے ٹھیک وہی بات اپنی محترم پھوپھی اور چہیتی صاحبزادی، تقویٰ و طہارت کی پتلی کے لئے بھی :

"اے پیغمبرِ خدا کی بیٹی فاطمہ! اور اے پیغمبرِ خدا کی پھوپھی صفیہ خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لو، میں تمہیں خدا سے بچا نہیں سکتا"

اس تعلیم مساوات کا اثر یہ ہوا کہ ماہِ رسالت کے چھپ جانے کے بعد حضرت علیؓ کے ہوتے ہوئے، بلا امتیازِ تعلق نسب تین خلیفہ غیر خاندانی ہوئے اور پھر حضرت علیؓ کے بعد سے اس وقت تک تاریخ ہر ہر پہلو سے اپنا یہ کرشمہ دکھا رہی ہے کہ مسلمانوں کی قیادت و امامت میں دنیائے اسلام نے کبھی بھی عرب و عجم اور سیاہ و سپید وغیرہ کے آنی و فانی امتیازات دیکھے نہیں، نہ سلطنت کی حکمرانی میں، نہ علوم دینی کی امامت میں، نہ تقویٰ و طہارت کی قطعیت میں ___ کوئی بتائے کہ کُردی غلام صلاح الدین ایوبیؒ کی قیادت سے کس کو انکار ہوا۔؟ ابو حنیفہؒ عجمی کے امام الفقہ ہونے میں کس نے شک کیا۔؟ بخاریؒ کے امام الحدیث ہونے میں کس مکی یا مدنی کو کلام ہے۔؟ شیخ جیلیؒ کو غوث وقت ماننے میں کس کو تامل ہوا ہے۔؟ یہ چند مثالیں تو نمونہ ہیں، ورنہ تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق ہمارے اس دعویٰ کی کھلی دلیل ہے۔

سوال یہ ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گذر گئے مگر کیوں "سادات" محض اپنے نسلی تفوق کی بناء پر مسلمانوں کی امامت کے اجارہ دار نہ بن سکے۔؟ حالانکہ کم و بیش ہر مسلمان اپنے نبی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل و جان سے فدائی ہے۔؟ کیوں دیارِ عرب کے باشندے محض عربیت کی وجہ سے دین کے غیر مبدل قائد نہ بن سکے۔؟ حالانکہ رسول عربیؐ کے مخاطب اول یہی تھے اور انہی کی زبان میں قرآن پاک اترا ہے۔

وجہ صرف یہی ہے کہ اسلام کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے کہ اس میں برہمنیت یا پاپائیت " ملائیت " بن کر کبھی داخل و قائم ہی نہیں ہو سکتی۔ جو بھی اپنے آپ کو اس پیام ربانی کا مخاطب صحیح ثابت کریگا وہی سر بلند و سرفراز رہے گا۔ اور جو کوئی اس جام حیات کو رکھتے ہوئے اس کو زیب جان نہ کرے گا وہ خراب و برباد ہو جائے گا اور اس کے ہاتھ سے وہ جام حیات چھین کر دوسرے قدر دانوں کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ (محمد) اور اگر تم روگردانی کروگے تو خدائے تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کریگا پھر وہ تم جیسے نہ ہونگے۔

" چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی " محض شاعرانہ خیال بندی ہے، کعبہ والے چھوڑیں گے تو رب العالمین ہمیشہ اس بات پر قادر ہے کہ غیر کعبہ والوں سے دین کی خدمت لے ، بلکہ تاریخ اس امکانِ نقلی کو کتنی بار ایک مشاہد حقیقت بنا بنا کر پیش کر چکی ہے۔

ہے عیاں شورشِ تاتار کے افسانہ سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

یہ ایک اصول محکم ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں۔

غرض اسلام میں " مُلّا ازم " کا نہ کبھی وجود رہا نہ قیامت تک کبھی " ملائیت " اس میں جگہ پا سکتی ہے۔ اسلام میں " ملّا ازم " کا خطرہ تو وہ شخص محسوس کر سکتا ہے۔ جو اسلام کے مزاج، اُس کی عام تعلیم اور اس کی تاریخ سے ناآشنا ہے۔ " ملّا ازم کو ختم کر دو۔ " کا نعرہ لگانے والے جی چاہے تو اس وقت بھی دیکھ لیں کہ آج جن علماء کے دینی شکوہ سے وہ لرزہ براندام ہیں، وہ علماء کتنی پشتوں سے دین و تقویٰ کے اجارہ دار بنے ہوئے ہیں ؟ اگر اس تلاش میں ان کی نظر واماندہ و حیران رہ جائے تو پھر اُن کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اُن کا یہ نعرہ اور ملّا ازم کے خلاف غم و غصہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی مریض محض اپنی ذہنی شکلوں کو دیکھ دیکھ کر ڈر ڈر جائے اور پھر پے در پے اُن پر حملے کرے، حالانکہ ہر صاحب ہوش دیکھ رہا ہے کہ خارج میں کوئی چیز موجود نہیں۔ اور اس سے خود اسی پاگل کے ہاتھ زخمی ہو رہے ہیں۔

" ملّا ازم " کے ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ ملائیت کا اجارہ چاہے دین میں موجود نہ ہو مگر یہ کیا کہ " مولوی " ہر شعبہ زندگی میں دین کو دخیل بتاتے ہیں، اللہ رسول کو مان لیا، نماز پڑھ لی روزہ رکھ لیا بس مسلمان بن گئے۔ ؟ اب یہ کیا ہے کہ وضع و قطع بھی اسلامی ہو، میل ملاپ اور شادی بیاہ کے طرز و رسوم بھی دینی ہوں، معیشت و سیاست کے مبادی و اصول بھی ٹھیک ٹھیک وہی ہوں، جو قرآن و سنت

میں نظر آتے ہیں۔ کیا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا تک اسلام کے حصار سے باہر نہ ہو۔؟ "اینٹی ملّا ازم" کے نعرہ بازوں کی قرآن دانی اور رسول شناسی دیکھ لی۔ بیچاروں کو یہی نہیں معلوم کہ دینِ اسلام میں "خدا" و "قیصر" کی تقسیم نہیں اور یہاں درحقیقت دین و دنیا کی کوئی تفریق ہی نہیں۔ اسلام تو ہر مسلمان کی زندگی کے ہر پہلو پر حکمران ہے۔ اس کے مخصوص عقائد ہیں۔ اور اُن کی ایک خاص توجیہ رسول اکرمؐ نے فرمائی ہے، اُس کی چند خاص عبادات ہیں۔ اور اُن کو پیکر صداقت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کر کے دکھایا ہے اُس کے اندر فرد و اجتماع میں ایک خاص نوعیت کا ربط ہے، کچھ فرائض عائد کئے گئے ہیں کچھ حقوق دیئے گئے ہیں۔ اُس کے اُصولِ اخلاق اور اصولِ معاشرت متعین ہیں، وہ انسانیت کی ترقی کی کسی منزل میں اُس کو آزاد نہیں چھوڑتا اور یہ اس کا طغرائے امتیاز ہے۔ اسی محیط فضا میں جینے کا نام اتباعِ اسلام ہے۔ لیکن یہی جامعیت اور کاملیت ان نعرہ بازوں کو ملّائیت نظر آتی ہے۔ وہ اعتراض کر بیٹھتے کہ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں تک میں ہم حکم خداوندی کے پابند ہیں۔؟ کاش یہ جانتے کہ اُن کی زبان سے ٹھیک وہی طنزیہ جملہ نکل رہا ہے جو ایک معاندِ رسولؐ یہودی نے کہا تھا:

"کیا تمہارا پیغمبر تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے اور معمولی معمولی باتیں بھی سکھاتا ہے۔"

صحابی نے فخراً جواب دیا تھا، اور ہر واقفِ منصبِ رسالت کا یہی جواب ہونا چاہئے کہ:

"ہاں ہمارا پیغمبر ہم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے، یہاں تک کہ اُس نے استنجا اور آبدست کی بھی تعلیم دی ہے۔"

مگر حقیقت کیسی بدل گئی، جو چیز اصحاب رسول کے لئے مایۂ فخر تھی۔ آج مسلمانوں کے لئے موجب زحمت اور وجہ اعتراض ہے۔؟ —— اس قلبِ ماہیت کے بعد غور کیجئے کہ یہ کامل مسلمان ہیں یا وہ اصحابِ رسول تھے جن کو جیتے جی اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی سند عطا فرما دی۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

اور یہ سندِ امتیاز کیوں ملی۔؟ محض اسی آن کی وجہ سے جس کو آج "عار" سمجھا جا رہا ہے۔ وہی ہر بات میں چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی حکمِ الٰہی کو ڈھونڈنا اور اُس کے عدول کے تصور سے ڈر جانا:

ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ۔ یہ تو اُس کے لئے جو اپنے رب سے ڈرے۔

ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے۔ جو علماء آج آسمانِ اسلام کے چاند اور تارے نظر آتے ہیں، اُنہوں نے کوشش و جانفشانی اور محنت و ریاضت کر کے مہرِ رسالت سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ برسوں قرآنِ حکیم اور حدیثِ پاک کی خدمت میں صرف کر دئے۔ دینی صلاحیتوں اور قوتوں کو ان علوم

کے حصول میں لگا دیا، اپنے عقائد وعبادات کو اور اخلاق وکردار کو اس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی اور اب جو وہ نکھر آئے ہیں اور لوگوں نے ان کے اندر دینی عظمت کے آثار پاکر اپنے آپ کو ان کے آگے جھکایا تو نعرہ لگایا کہ یہ اسلام کے اجارہ دار بن بیٹھے ہیں، اسلام کی تعبیر وتشریح کا حق تنہا انہی کو نہیں بلکہ ہم کو بھی حاصل ہے ——— بے شبہ تم بھی اسلام کو سمجھ اور سمجھا سکتے ہو لیکن تم نے اسکی صلاحیت اور استعداد کب پیدا کی۔؟ عمر تو ساری "عشقِ بتاں" میں کٹی، مسلمان بننے بنانے کی سرے سے کوشش ہی نہیں، اور اب جو دیکھا کہ مسلمان بنے بغیر چارہ نہیں، قرآن دانی جتائے بغیر قوم میں کوئی وزن نہیں اور قوم میں مقام کے نہ ہوتے۔ جنّت، دنیا ملتی نہیں تو لگا دیا ایک نعرہ کہ اسلام کی تشریح وتعبیر کا حق ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ اسلام کسی کا شخصی اجارہ نہیں۔ کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِھَا الْبَاطِلُ (بات سچی مگر منشا باطل) بیشک اجارہ کسی کا نہیں، مگر سوچئے کہ جس روز یہ نعرہ باز قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح کے واقعتاً اہل ہو جائیں گے تو خود یہ بھی "مُلّا" نہ بن جائیں گے۔؟ اور جس دریائے فیض کو آج سکھانا چاہتے ہیں کیا خود اُسی کی ایک نہر نہ بن جائیں گے؛ البتہ جب تک یہ بغیر کچھ ہوئے اپنے آپ کو اسلام کی توضیح وتعبیر کا مدعی جتاتے رہیں گے ان کا کوئی مقام پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس کچھ عجب نہیں کہ پہلی بات سے معذوری اور دوسری صورت سے خوف ہی کی وجہ سے یہ "اینٹی مُلّا ازم" کا نعرہ بلند ہو رہا ہے۔ کہ نہ علماء رہیں نہ علماء اور غیر علماء کی تفریق نظر آئے۔ مگر اس پر تو وہی مثل چسپاں ہوتی ہے جو ایک اندھے کے متعلق مشہور ہے کہ کسی نے اُس سے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو، تم بینا ہو جاؤ یا ساری دنیا اندھی ہو جائے۔؟ اُس نے فوراً جواب دیا۔ "ساری دنیا اندھی ہو جائے" ——— یہ جواب اندھے کی جس نفسیات کا پتہ دے رہا ہے۔ غور سے دیکھئے کہ "اینٹی مُلّا ازم" کے نعرہ بازوں میں وہی زہر پنہاں ہے یا نہیں؟ یہ مدعیانِ تفہیم آج اسی فتنہ میں مسلمانوں کو لانا چاہتے ہیں یا نہیں جس سے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ہی چونکا دیا تھا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا۔	اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھاتا کہ بندوں کے سینوں سے نکال لے بلکہ علماء کو موت دیکر علم کو اٹھاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہیگا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے اور اُن سے دینی مسائل پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے ———